© rasailojaraid.com

عہد نبوی کے غزوات وسرایا
اور
ان کے مآخذ پر ایک نظر

(۱۶)

سعید احمد اکبر آبادی

بنو قریظہ اب مدینہ کے مشہور اور بڑے قبائل میں سے صرف ایک قبیلہ بنو قریظہ کا رہ گیا تھا اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف جو سازشیں ہوئی تھیں بنو قریظہ ان سب میں اپنے ہم مذہبوں کے شریک وسہیم تھے لیکن چونکہ انھوں نے بنو نضیر کی جلاوطنی کے بعد بھی مدینہ میں قیام کرنا پسند کیا اس بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اس سے زیادہ اور کیا رعایت اور رواداری ہوسکتی تھی کہ آپ نے ان کو مدینہ میں قیام کی اجازت دے دی البتہ معاہدہ کی تجدید ضروری تھی، چنانچہ وہ آپ نے کی، اور جیسا کہ گذرچکا ہے اس معاہدہ کی ایک اہم دفعہ یہی تھی کہ مدینہ پر دشمن حملہ آور ہوگا تو بنو قریظہ اس کی کوئی مدد نہیں کریں گے اور ایک پرامن شہری کی طرح رہیں گے، لیکن وہ اپنی فطرت سے کس طرح باز آسکتے تھے بلکہ جیسا کہ واقدی نے بنو نضیر کے سردار حیی بن اخطب کی زبانی نقل کیا ہے ان لوگوں نے معاہدہ کرکے مدینہ میں قیام کا فیصلہ کیا ہی اس غرض سے تھا کہ جب بھی ان کو موقع ملے گا وہ مسلمانوں کے دشمنوں سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مگر انھیں نقصان پہونچانے کی کوشش کریں گے[۱]۔ اس سلسلہ میں غزوۂ احزاب (خندق) کا ذکر ضروری ہے۔

غزوۂ احزاب

اوپر گذر چکا ہے کہ بنو نضیر کے بڑے بڑے سرداروں نے قریش اور قبیلۂ غطفان اور سلیم (جو اسلام دشمنی میں قریش سے کم نہیں تھے) اور دوسرے قبیلوں میں اپنے وفد بھیجکر ان کو مدینہ پر حملہ آور ہونے کی سخت ترغیب دی اور انھیں فتح و نصرت کا یقین دلاکر بہت کچھ سبز باغ دکھائے تھے، نتیجہ یہ ہوا کہ دس ہزار کا لشکرِ جرار تیار ہوگیا، اس میں قریش اور ان کے ساتھ بنو کنانہ اور اہل تہامہ ان سب کی تعداد چار ہزار تھی باقی چھ ہزار کی تعداد غطفان اور ان کے ساتھ نجد کے جو قبائل تھے ان پر مشتمل تھی، ہر قبیلہ کا قائد لشکر (کمانڈر) الگ الگ تھا، چنانچہ ابوسفیان بن حرب قریش کا قائدِ لشکر تھا اور یہی کمانڈر ان چیف بھی تھا، غطفان عیینہ بن حصن الفزاری کی زیر قیادت تھا۔ بنو مرۃ: حارث بن عوف کے، قبیلۂ اشجع، مسعود بن رخیلہ کے، بنو سلیم، سفیان بن عبد شمس کے اور بنو اسد، طلیحۃ بن خویلد الاسدی کے زیر قیادت تھے، ان کے ساز و سامان اور طنطنہ و طمطراق کا یہ عالم تھا کہ اس ٹڈی دل فوج میں چھ سو شہسوار (Cavalry) تھے جن میں سے تین سو تو صرف قریش کے تھے، باقی غطفان اور دوسرے قبیلوں کے تھے اور اونٹ ڈیڑھ ہزار تھے۔

دومۃ الجندل کی مہم

یہ تیاریاں ہو ہی رہی تھیں کہ ایک نیا شگوفہ یہ کھلا کہ بنو نضیر جو جلا وطن ہوکر مدینہ کے شمالی علاقوں میں جا بسے تھے انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ان یہودی نو آبادیوں میں بھی آگ لگا دی تھی جو شام کے راستہ پر فلسطین تک پھیلی ہوئی تھیں، دومۃ الجندل جو شام کی سرحد اور مدینہ سے پانچ سو میل دور کی مسافت پر واقع تھا اس کے باشندوں پر بھی ان لوگوں کے اثرات تھے، ابن سعد میں ہے کہ شام سے

---

[۱] مغازی واقدی ص ۲۶۲ بحوالہ سیرت النبی ج ۱ ص ۴۳۳

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جو قافلے مدینہ آتے تھے دومۃ الجندل کے لوگ ان کو ستاتے اور پریشان کرتے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان واقعات کا علم ہوا تو آپ ان لوگوں کی سرزنش کی غرض سے ماہ ربیع الاول ۵ھ میں ایک ہزار صحابہ کے ساتھ روانہ ہوئے۔ آپ کے ہاں جاسوسی کا انتظام تو بہت اعلیٰ تھا ہی، ابھی آدھے راستہ میں ہی تھے کہ آپ کو قریش وغطفان وغیرہما کے منصوبوں کا علم ہوا اور آپ دومۃ الجندل کا ارادہ ترک کرکے مدینہ واپس آگئے،

صحابہ سے مشورہ اور خندق کی کھدائی

مدینہ پہونچکر آپ نے مشورہ کیا کہ اب جبکہ دشمن قبائل مدینہ پر اجتماعی حملہ کا منصوبہ بناکر اس کے لئے تیاریاں کر رہے ہیں مسلمانوں کو ان کے دفاع میں کیا کرنا چاہیئے، حضرت سلمان فارسی نے خندق کھودنے کا مشورہ دیا اور فرمایا کہ اہل ایران اس قسم کے موقع پر ایسا ہی کرتے ہیں، اگرچہ عرب اس طریقہ جنگ سے بالکل ناآشنا تھے، لیکن حضور کو یہ تجویز پسند آئی[1] اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چند انصار ومہاجرین کو ساتھ لے گھوڑے پر سوار ہوکر نکلے اور مدینہ کے اطراف میں گھوم پھر کر ان مقامات کا معائنہ فرمایا جو جنگ اور محاصرہ میں اہمیت رکھ سکتے تھے۔ اور اس مقام کی تلاش کی جہاں پڑاؤ ڈال کر مسلمان سپاہی اتر سکیں، آپ نے اس وقت یہ طے کیا کہ مدینہ پر حملہ ہوا تو عورتوں، بچوں، جانوروں اور قیمتی گھر گرہستی کے سامان کو ان گڑھیوں میں منتقل کیا جائیگا جو مدینہ کے اطراف میں کثرت سے پھیلی ہوئی ہیں اور جنھیں عربی میں آطام کہتے ہیں اور اسلامی لشکر کے کیمپ کے لئے آپ نے جو مقام منتخب فرمایا وہ سلع پہاڑی کا دامن تھا۔

۱؎ مستشرقین سب اس کو تسلیم کرتے ہیں کہ اس زمانہ کے اصول جنگ کے اعتبار سے یہ طریقہ اعلیٰ اور ترقی یافتہ طریقۂ جنگ تھا، غزوۂ احد کے موقع پر بھی آپ کی رائے قریب یہی تھی، لیکن پرجوش اور نوجوان افسروں کے اصرار پر آپ نے مدینہ سے باہر نکل کر دشمن کا مقابلہ کیا اور اس کا جو انجام ہوا سب کو معلوم ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مدینہ میں تین طرف باغوں اور نخلستانوں کا جال پھیلا ہوا تھا جو شہر کے لئے حصار کا کام دیتے تھے، البتہ شمالی رخ جسے شامی بھی کہہ سکتے ہیں کھلا ہوا تھا اور یہی سب سے خطرناک تھا، اگرچہ ایک حد تک مغربی رخ بھی ایسا ہی تھا۔ مشرق میں بنو قریظہ آباد تھے، ان سے بھی ہوشیار رہنے کی ضرورت تھی، بہرحال مدینہ کا جو رخ کھلا ہوا تھا یعنی شمالی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کے مشورہ سے اسی رخ خندق کا کھودنا طے ہوگیا تو اب اس علاقے کی پیمائش کی گئی، مسلمان جو اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت پر جمع ہوگئے تھے ان کی تعداد تین ہزار تھی، ان پر کام کی تقسیم اس طرح کی گئی کہ ہر دس آدمیوں کی ایک ٹکڑی کو بیس گز خندق کھودنے کا کام سپرد ہوا۔ اسی طرح ڈاکٹر حمید اللہ کے اندازہ کے مطابق یہ خندق تقریباً ساڑھے تین میل لانبی تھی خندق کی چوڑائی کا تذکرہ کسی کتاب میں نہیں ہے، لیکن اس کا ثبوت موجود ہے کہ دشمن کے سواروں نے متعدد بار گھوڑا کدا کر خندق کو پار کرنے کی کوشش کی مگر ناکام رہے، اور ایک مرتبہ اسی قسم کی کوشش میں ایک سوار خندق کے اندر گر کے مرگیا۔ اس سے ڈاکٹر صاحب موصوف نے قیاس کیا ہے کہ خندق کی گہرائی تو دس گز تھی ہی اس کی چوڑائی بھی دس گز ہوگی[1] لیکن ہمارے خیال میں اگر قیاس کا معیار یہی ہے تو خندق کی چوڑائی دس گز سے یقیناً زیادہ ہونی چاہئے کیونکہ ایک اسپ تازی کے لئے دس گز پھلانگ جانا کوئی مشکل بات نہیں ہے۔

خندق کھودنے کا کام شروع ہوا تو صحابۂ کرام صبح سے ہی اس میں لگ جاتے اور بھوک پیاس کی پروا کئے بغیر شام تک اسے کرتے رہتے تھے اس درمیان میں اگر کسی کو کوئی ضرورت پیش آجاتی تو حضورؐ سے اجازت لے کر جاتا تھا۔ ایک مرتبہ حضورؐ نے یہ منظر دیکھا کہ صحابہ فاقہ سے ہیں۔ سردی بلا کی پڑ رہی ہے، لیکن اس عالم میں بھی وہ تیشہ زنی میں مصروف ہیں

---

[1] عہد نبوی کے میدان جنگ ص ۶۷

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

خندق کھود رہے اور مٹی اپنی کمر پر لاد لاد کر باہر پھینک رہے ہیں تو آپ کا جی بھر آیا اور زبان قدس گویا ہوئی "اے اللہ! اصل زندگی تو آخرت کی ہی ہے، تو انصار اور مہاجرین کی مغفرت فرما دے" جاں نثاروں نے یہ سنا تو بلند آواز سے بولے: ہم وہ ہیں جنھوں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ہاتھوں پر، جب تک ہم زندہ ہیں، جہاد کرنے کی بیعت کی ہے،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اگرچہ لشکر کے قائد اعظم تھے لیکن ایک مزدور کی طرح اس مہم میں برابر کے شریک تھے، صحیح بخاری میں ہے کہ حضور خندق کھودتے جاتے اور مٹی باہر پھینکتے جاتے تھے، یہاں تک کہ شکم مبارک گرد سے اٹ گیا۔ حضرت جابر سے روایت ہے کہ ہم لوگ خندق کھود رہے تھے کہ اچانک ایک سخت چٹان آگئی جو سر نہیں ہوتی تھی، حضورؐ کو اس کا علم ہوا تو خندق میں اترکے اس زور سے پھاوڑا مارا کہ چٹان غبار بنکر اڑ گئی۔[1]

مدینہ پر حملہ

خندق کتنے دنوں میں تکمیل کو پہونچی؟ اس میں اختلاف ہے، بعض کے نزدیک چھ دنوں میں، بعض کی رائے میں چند روز، اور ایک خیال یہ بھی ہے کہ چوبیس روز میں بنکر تیار ہوئی، بہرحال خندق سے فراغت ہوئی ہی تھی کہ دشمن کی فوج آپہونچی اور اس نے مدینہ کا محاصرہ اس طرح کیا کہ قریش، بنی کنانہ اور ان کے احابیش[2] نے سب مقام جرف اور زغابہ کے درمیان رومہ پر اور غطفان اور ان کے ساتھی قبائل جبل احد کی سمت

---

[1] صحیح بخاری باب غزوۃ الخندق

[2] یہ لوگ سخت سیاہ فام اور افریقی الاصل تھے ان لوگوں کو قریش کے امراء ورؤسا کی کاشتکاری کے لئے لکر لایا گیا تھا۔ بعد میں ان کے متعدد قبیلے بن گئے۔ چنانچہ خزاعہ کے بنی المصطلق، الھون بن خزیمہ، اور ان کی شاخیں عضل اور القارہ یہ سب احابیش میں شمار ہوتے تھے، ان کا سب سے بڑا قبیلہ الحارث بن عبد مناف بن کنانہ تھا۔

(محمدان مدینہ ص ۸۱)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ذنب نقمی نامی مقام پر فروکش ہو گئے، اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً اپنی پوزیشن سنبھال لی، تین ہزار فداکاروں کے ساتھ جبل سلع کی طرف پشت کر کے اپنے کیمپ قائم کر لئے[1] مستورات کو مدینہ کے ارد گرد جو گڑھیاں تھیں ان میں منتقل کر دیا۔ حضرت عائشہ اور ان کے ساتھ چند خواتین کو بنی حارثہ کے گڑھی میں رکھا گیا، علاوہ ازیں آپ نے دوسرے انتظامات یہ کئے کہ مدینہ کی اندرونی حفاظت اور اس کی نگرانی کا انچارج حضرت ابن مکتوم کو بنایا۔ اور چونکہ مشرق میں بنو قریظہ کی طرف سے اندیشہ تھا اس لئے حضرت سلمۃ بن اسلم کو دو سو آدمیوں کے ساتھ متعین کیا کہ اس طرف کا دھیان رکھیں کہ حملہ نہ ہونے پائے، حضور کا معمول تھا کہ جنگ میں اپنا کیمپ ذرا بلند اور محفوظ مقام پر لشکر سے الگ رکھتے تھے تاکہ دشمن کی نقل و حرکت اور اسلامی لشکر کی حالت پر نظر رکھ سکیں، چنانچہ یہاں بھی آپ نے یہی کیا۔ جبل سلع کی پشت پر لشکر اسلام نے خیمہ افگن ہو کر اپنے سورچے سنبھال لئے تو اب حضور خود اپنا کیمپ جبل سلع کے اوپر ایک محفوظ تر مقام پر لے گئے، اسی کے قریب آپ کے چار سپہ سالاروں یعنی حضرت سلمان فارسی، حضرت ابوبکر، حضرت عثمان اور حضرت ابوذر غفاری کے خیمے تھے بعد میں ان پانچوں خیموں کی یادگار میں مسجدیں بنادی گئی تھیں جو "ڈاکٹر حمید اللہ لکھتے ہیں" اب تک مساجد خمسہ کے نام سے مشہور ہیں اور پائی جاتی ہیں (ص ۷۳)

اب دونوں لشکر آمنے سامنے تھے، ادھر دس ہزار کا لشکر جرار اور اس طرف صرف تین ہزار کی جمعیت، اور اس میں بھی جو منافقین آملے تھے وہ بہانہ بہانہ سے بھاگنے کی کوشش کرتے تھے، قرآن مجید کی سورۂ احزاب

---

[1] سیرت ابن ہشام ج ۳ ص ۲۳۱

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں اس کا ذکر ہے ارشاد ہوا :

یقولون ان بیوتنا عورۃ وما ھی بعورۃ ، ان یریدون الا فراراً ○

منافقین کہتے ہیں ہمارے گھر غیر محفوظ ہیں حالانکہ وہ ایسے نہیں ہیں ، اصل بات یہ ہے کہ یہ بھاگ جانا چاہتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ وقت مسلمانوں کے لیئے انتہائی خطرناک ، نازک اور تشویش انگیز تھا ، قرآن مجید میں اس کی تصویر کشی اس طرح کی گئی ہے :

اذ جاء وکم من فوقکم ومن اسفل منکم واذ زاغت الابصار وبلغت القلوب الحناجر وتظنون باللہ الظنونا ھنالک ابتلی المومنون وزلزلوا زلزالاً شدیداً ○

(سورۂ احزاب)

اور اے مسلمانو ! تم یاد کرو اس وقت کو جبکہ تمہارے دشمن (غطفان اور اور ان کے ساتھی قبائل) اوپر سے (یعنی بجانب مشرق وادی کے اوپر سے) اور قریش اور ان کے ساتھی قبائل بجانب مغرب) نیچے بطن وادی سے آپہونچے تھے اور اس وقت تمہاری نگاہیں خیرہ ہوگئی تھیں اور کلیجے منہ کو آلگے تھے اور تم اللہ کے بارہ میں طرح طرح کے خیالات کرنے لگے تھے ، یہ وہ وقت تھا جب کہ مسلمانوں کو آزمائش میں ڈال دیا گیا اور انھیں سخت جھنجھوڑ دیا گیا تھا۔

اس وقت صرف ایک خندق تھی جو دونوں کے درمیان حائل تھی ، ایک مرتبہ ابوسفیان گھوڑے پر سوار اپنی فوج کا جائزہ لیتے ہوئے ادھر آنکلا تو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

خندق دیکھ کر ٹھٹک کے رہ گیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کرکے بولا: اخاہ! اب مقابلہ پر کیوں نہیں آتے، یہ خندق کا طریقہ کس سے سیکھا ہے؟ حضورؐ نے جواب دیا: "یہ طریقہ میرے خدا نے مجکو بتایا ہے۔"[1] دشمن اِدھر اُدھر سے کہیں سے خندق پار کرنے کی کوشش کرتا تھا۔ مگر کامیاب نہیں ہوتا تھا۔ کیونکہ ایک تو خندق کی چوڑائی اور گہرائی اس سے مانع تھی اور پھر جو ادھر کا رخ کرتا تھا مسلمان قدر اندازوں کے تیر اسے پیچھے ہٹنے پر مجبور کردیتے تھے۔

اسی کشمکش میں ایک مرتبہ عرب کے چند نامی گرامی شہسواروں کا ایک دستہ جن میں عمرو بن عبدودالعامری، عکرمۃ بن ابی جہل، ہبیرۃ بن ابی وہب اور ضرار بن الخطاب الفہری ایسے نامور ان قریش شامل تھے، ایک کسی قدر تنگ مقام سے خندق کو پار کرنے میں کامیاب ہوگیا۔ اس مقام پر حضرت علی تعینات تھے، انھوں نے یہ دیکھا تو چند ساتھیوں کے ساتھ آگے بڑھ کر شہسواروں کو چیلنج کیا۔ عمرو بن عبد وُد اس دستہ کا سردار تھا، اس نے غزوۂ بدر میں ایک زخم کاری کھایا تھا اور اسی وقت سے انتقام کی فکر میں تھا۔ حضرت علی نے اس سے کہا کہ دو باتوں میں سے کسی ایک کو اختیار کرے، یا اسلام قبول کر یا مجھ سے نبرد آزما ہو، ابن عبد وُدّ نے جواب دیا: میں نہ اسلام قبول کرسکتا ہوں اور نہ تم سے جنگ کرنا مجھے پسند ہے، کیونکہ

---

[1] ابن ہشام،

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تمہارے والد سے میری صاحب سلامت تھی، اس رشتہ سے تم میرے بھتیجہ ہوتے ہو، حضرت علی تڑپ کے بولے: "مگر میں تو تم سے جنگ کرنا چاہتا ہوں" یہ فقرہ سمند ناز پر ایک تازیانہ تھا۔ ابن عبدوُد طیش میں آکر گھوڑے پر سے اتر آیا اور تلوار نیام سے نکال کر حضرت علی پر حملہ آور ہوا۔ حضرت علی نے وار روکا اور جھپٹ کر اس پر حملہ کیا مگر ابن عبدوُد پہلو بچا گیا، راوی کا بیان ہے کہ دونوں میں اسی طرح جنگ ہوتی رہی، یہاں تک کہ غبار بلند ہوا اور اندھیرا چھا گیا۔ دیکھنے والوں کو کچھ نظر نہیں آرہا تھا کہ کیا ہو رہا ہے! حافظ ابن عبد البر کے الفاظ ہیں: "فتنازلا و تجادلا و ثار النقع بینہما حتیٰ حال دونھما" آخر جب غبار چھٹا تو لوگوں نے دیکھا کہ حضرت علی ابن عبدوُد کے سینہ پر سوار ہیں اور اس کا سر قلم کر رہے ہیں۔ ابن عبدوُد کے ہمراہیوں نے یہ منظر دیکھا تو ان پر ایسا سہم چڑھا کہ جس راستے سے آئے تھے اسی سے گھوڑے اڑا کر واپس ہو گئے[۱]

اس موقع پر کتب سیرت میں حضرت علی کے تین یا چار اشعار نقل کئے گئے ہیں جو آپ نے عمرو ابن عبدوُد کے قتل ہونے پر ازراہ فخر پڑھے، لیکن خود ابن ہشام نے ان کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ اہل علم کے نزدیک ان اشعار کی نسبت حضرت علی کی طرف صحیح نہیں ہے[۲]

---

[۱] الدرر ص ۱۸۵

[۲] جلد ۳ ص ۲۳۶

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بنو قریظہ کی استمالت

قبائل نے دیکھا کہ محاصرہ طویل ہوتا جاتا ہے اور خندق کو پار کرنے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی تو اب انھوں نے بنو قریظہ کو اکسایا اور ورغلایا کہ وہ پیچھے سے یعنی مشرق کی طرف سے حملہ کر دیں، چنانچہ ابو سفیان نے عکرمہ بن ابی جہل کو قریش اور غطفان کے چند لوگوں کے ساتھ بنو قریظہ کے پاس بھیجا اور ان کو یہ پیغام دیا کہ اب ہمارے اونٹ اور گھوڑے ہلاک ہونا شروع ہو گئے ہیں، ہم زیادہ دنوں تک یہاں قیام نہیں کر سکتے تم لوگ کل صبح جنگ کے لئے آجاؤ تاکہ ہم سب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اچانک دھاوا بول دیں[1] لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے سے ہی نگرانی کے لئے دو سو آدمیوں کا دستہ ان لوگوں کے رخ پر متعین کر رکھا تھا اس لئے بنو قریظہ کو ابو سفیان کے پیغام پر عمل کرنے کی ہمت نہیں ہوئی۔

---

[1] الامتاع ص ۱۸۷

گزارش

خریداری برہان یا ندوۃ المصنفین کی ممبری کے سلسلے میں خط و کتابت کرتے وقت یا منی آرڈر کوپن پر برہان کی چٹ نمبر کا حوالہ دینا نہ بھولیں تاکہ تعمیل ارشاد میں تاخیر نہ ہو۔ اس وقت بے حد دشواری ہوتی ہے جب ایسے موقع پر آپ صرف نام لکھنے پر اکتفا کر لیتے ہیں۔

(مینیجر)

© rasailojaraid.com